مکران میں مشائخ ہنکار کی حکمرانی

انعام الحق کوثر

پانچویں صدی ہجری بمطابق گیارھویں صدی عیسوی میں بغداد کے نواح جبل[1] ہنکار سے شیخ موسیٰ قریشی الہاشمی ایک بزرگ سیستان وارد ہوئے۔ ان کے لخت جگر شیخ ابو علی مع اہل و عیال کیچ مکران میں منتقل ہو گئے۔ اس زمانے میں مکران پر کوئی ظالم حاکم مسلط تھا۔ ممکن ہے عیسیٰ بن[2] معدان کا ہی کوئی آخری جانشین ہو۔

سلطان محمود غزنوی نے مکران کی گورنری عیسیٰ بن معدان کو مرحمت کی۔ مکرانی معدان کو مہران کہتے تھے۔ اس کا پایہ تخت تیز (تیس) تھا۔ اس کی آبادی ملتان کی آبادی کا ۱/۲ حصہ تھی۔ چاروں طرف کھجوروں سے گھرا ہوا تھا۔ تجارت کی منڈی اور بندرگاہ تھا۔ ہرمز کی بربادی پر اس کی تجارت خوب چمکی۔ ۴۲۰ھ میں عیسیٰ بن معدان کا انتقال ہوا۔ اس کے دو فرزند ابو العساکر اور عیسیٰ تھے۔ عیسیٰ نے مال و ملک پر قبضہ کر لیا اور حکمران بن بیٹھا۔ ابو العساکر نے خراسان جا کر سلطان مسعود سے فریاد کی۔ اس نے اپنا لشکر ساتھ بھیج دیا۔ عیسیٰ کو پتہ چلا تو اس نے بھی اٹھارہ ہزار فوج اکٹھی کر لی۔ ابو العساکر نے تیز پہنچ کر ایک بار پھر صلح و صفائی کی کوشش کی۔ مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ عیسیٰ اپنے لشکر کو غزنوی فوج کے مقابلے پر لے آیا۔ طرفین میں خوب جنگ ہوئی۔ دونوں اطراف کے بہادروں نے اپنے اپنے جوہر دکھائے۔ عیسیٰ لڑتا ہوا مارا گیا اور ابو العساکر اپنے باپ کے تخت و تاج کا والی بنا۔

رعایا اپنے حکمران سے سخت[3] تنگ تھی۔ عوام نے حضرت شیخ ابو علی سے اس کی چیرہ دستیوں کا شکوہ کیا۔ آپ نے اسے ایک خط لکھا۔ جس میں رعایا پر مہربانی کرنے اور عدل و انصاف کو اپنانے کی نصیحتیں درج تھیں۔ اس قسمت کے مارے نے خط کے مندرجات پر کوئی توجہ نہ دی، بلکہ رعایا پر اپنی گرفت اور سخت کر دی۔

شیخ ابو علی کو اس کے رویہ پر سخت افسوس ہوا۔ انہوں نے عوام سے کہا کہ اگر تم اس ظالم حکمران سے

چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو تو مسلح ہو کر آؤ۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ بلوچوں کا ایک بڑا لشکر آپ کے زیر علم یکجا ہو گیا۔ آپ نے والی مکران کے محل پر حملہ کر دیا۔ وہ شکست سے دوچار ہوا اور رات کی تاریکی میں اپنے اہل و عیال کے ہمراہ بھاگ گیا۔

شیخ ابو علی نے بلوچوں سے فرمایا کہ باری تعالٰی نے تمہیں ظالم حاکم سے چھوٹ دلا دی ہے اب تم جسے اپنے لئے مناسب جانو۔ اسے اپنا حکمران تسلیم کر لو۔ ان سب نے آپ سے درخواست کی کہ آپ سے بڑا محسن اور ہمدرد کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ کرم فرماتے ہوئے اس ملک کا نظام سلطنت اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ چنانچہ مخلوق خدا کی بھلائی اور بہتری کی خاطر حضرت شیخ ابو علی نے حکمران کی بادشاہت قبول فرما لی۔

پیر فرح بخش فرحت [۴] نے آپ کا حسب نسب یوں بیان کیا ہے:

> سلطان ابو علی بن شیخ محمد موسیٰ بن شیخ ابو طاہر بن شیخ الشیوخ ابراہیم ابو الحسن [۵] علی الہاشمی الہنکاری بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد عمر بن شیخ عبدالوہاب بن حضرت زید بن زیاد بن ابو سفیان حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف رحم اللہ علیہم اجمعین۔

بقول پیر فرح بخش فرحت ۔

ایں بو علی ز فضل خداوند دوجہاں سلطان اول دریں کہنہ خاندان
از دودمان شیخ مشائخ ابو الحسن کزوے بہار تازہ رسید اندریں چمن

آپ [۶] نے ملک کی آبادی اور رعایا کی آسودہ حالی کی جانب توجہ دی اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہوا۔ جب ملک کا نظم و نسق ہر اعتبار سے ٹھیک ہو گیا تو آپ نے مکران کا تاج اپنے عالی ہمت اور بلند نظر شہزادے سلطان رشید الدین کے سپرد کیا۔ اور خود حجرے میں معتکف ہو کر یاد اللہ میں مگن ہو گئے۔

سلطان موصوف نے بتائید ایزدی جہاں تک ممکن ہوا، اللہ اور اس کی مخلوق کی رضاجوئی کے لئے بھاگ دوڑ کی۔ اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک جانب عدل و انصاف اور دوسری طرف بذل وجود میں شہرت پائی۔ سلطان رشید الدین کے زمانے کا حال پیر فرح بخش فرحت کی زبانی کچھ یوں ہے:

سلطان رشید دین محمد در داد دہی ز والد خویش
اندر حق مرد مان آں ملک در عدل نہاد دو قدم بیش
جز عاشق خستہ دل نبودہ حیران و حزیں و سینہ ریش
بد خرم و خوش ہمہ رعیت
باخلق خلیق آں وفا کیش

جب آخرت کا سفر نزدیک محسوس کیا تو آپ نے بھی اپنے لخت جگر سلطان قطب الدین کو مکران کا تخت حوالے فرمایا اور خود بقیہ عمر اللہ کی یاد میں بسر کرنے کی غرض سے حجرے میں تشریف لے گئے۔

سلطان قطب الدین قریشی نے آبائی تخت پر جلوہ افروز ہو کر ملک کو عدل و داد سے نوازا۔ رعایا شاداں و فرحاں ہو گئی۔ ملک اندرونی خلفشار اور بیرونی حملوں سے محفوظ ہوا۔ زراعت اور صنعت و حرفت میں پیشرفت ہوئی۔ اور مکران' عراق و یمن کا مقابلہ کرنے لگا۔

آپ کے عہد میں سید السادات سید احمد[۷] توختہ رحمتہ اللہ علیہ ترمذ شریف سے لاہور جانے کے ارادہ سے کیچ سے گزرے۔ کچھ عرصہ یہاں قیام فرمایا اور شہزادہ بہاء الدین سے اپنی صاحبزادی بی بی حاج کا نکاح کر دیا۔ بعد ازاں اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے عازم لاہور ہو گئے۔

حضرت فرحت[۸] نے آپ کے زمانہ حکومت کی تصویر کشی اس طرح کی ہے:

چناں غم و الم از حال مرداں بر بود بدل سرور و بجاں خرمی مہیا بود
نہ بیم وزد کسے را نہ محنت شحنہ بہیچ گونہ الم را در آں میاں رہ نہ
چمن چمن گل خاطر ہمہ شگفتہ بود زبیم شاہ خزان الم نہفتہ بود
شہ سلیم طبیعت یگانہ در ایثار بہ بذل و جود تواں گفت ابر گوہر بار
بعقل و دانش و فرہنگ در جہانبانی سزا ست گو یمش اور اسکندر ثانی
بوقت جنگ میداں بود شیر ژیاں
بحملہ بر سر دشمن چو رستم دستاں

جب شہزادہ بہاء الدین امور مملکت کی انجام دہی کے لائق ہوئے تو سلطان قطب الدین نے ایک مبارک تقریب پر مکران کا تاج اس عزیز کے سر پر رکھا اور خود حجرہ شریفہ میں ذکر و فکر میں مگن ہو گئے۔

سلطان بہاء الدینؒ نے دس سال تک امور سلطنت کو بطریق احسن سنبھالا۔ پھر آپ نے تخت و تاج اپنے چھوٹے بھائی سلطان شہاب الدین کے سپرد کیا اور خود شہزادہ جمال الدین اور ضیاء الدین کو ساتھ لے کر ارض مقدس کو روانہ ہو گئے۔ دو شہزادے حمید الدین حاکم اور رکن الدین حاتم بھائی کی تربیت میں چھوڑے۔ شیخ فرحت کہتے ہیں ؎

آنچناں دل بعشق کعبہ گماشت ہر قدم عاشقانہ بر مے داشت
بمیچوں مجنوں بشوق جانانہ مے خرامید محو مستانہ
چونکہ در منزل مراد رسید روئے مطلوب خویش آنجادید
ماند محو نظارہ مدت ہا در حرم از خودی خویش جدا

مناسک حج ادا کرنے اور روضہ اطہر کی زیارت کے بعد آپ وطن مالوف کی جانب آ رہے تھے کہ یمن میں پیک اجل آ پہنچا اور آپ اس عالم فانی سے اقلیم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ شاہزادگان جمال الدین اور ضیاء الدین مجاورت پدر بزرگوار اختیار کر کے خطہ یمن میں اقامت پذیر ہو گئے۔

سلطان شہاب الدین کو مکران کے تخت پر بیٹھے بمشکل دو سال گزرے تھے کہ دفعتہً ایسے مرض میں مبتلا ہوئے کہ پھر اٹھنا نصیب نہ ہوا۔ زندگی کے آخری لمحات میں شہزادہ حمید الدین بن سلطان بہاء الدین کو بلا کر اپنے ہاتھ سے تاج شاہی ان کے سر پر رکھا اور فرمایا الحمدللہ آپ کے والد بزرگوار کی امانت آپ کو بخیر و خوبی پہنچ گئی۔ آپ کے صاحبزادے شہزادہ ابو البقا اور ملک سرور جو بمشکل ۳ سال اور اڑھائی سال کے تھے، شہزادہ حمید الدین کے دست مبارک میں دے کر فرمایا کہ ان کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھنا۔ اس کے بعد آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

سلطان حمید الدین[۹] حاکم (۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ھ/۱۱۷۴ء --- ۷۳۷ھ/۱۳۳۶ء، جائے پیدائش کیچ مکران، اسم گرامی حمید الدین، کنیت ابو حاکم اور لقب سلطان التارکین اور اشعار میں تخلص حاکم) قریشی ہنکاری نے اکیس سال تک کیچ مکران پر نہایت عدل و انصاف سے حکمرانی کی۔ پیر فرخ بخش فرحت آپ کے دور سلطنت کے بارے میں مندرجہ ذیل منظوم تاثرات پیش کرتے ہیں:

خدیو کشور دل آں شہ حمید الدین خدا شناس حق آگاہ حق گزیں یقیں

مدام خلق خدا را عزیز دانستے | بنفع خلق شدے صرف تا توانستے
نہ بد خاطر او گاہ خاطر آزری | چہ از وضیع و شریف و از شہر و بازاری
بزیر سایہ او خلق بود آسودہ | زلوح سینہ خود حزن بزودہ
بامر و نہی ہمہ کار سلطنت می کرد | عیاں معاملہ فہمی نہاں دلش پردرد

غضب اگر کسے کردے برائے حق کر دے
وگرنہ ہیچ کسے راگہے نیازر دے

"ذکر کرام" میں آپ کے ترک سلطنت کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ اپنی حکومت کے زمانہ میں دوپہر کو ایک باغ میں قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ اس باغ اور محل کی نگرانی اور آپ کی خدمت فرش گستری نونت نامی ایک لونڈی کے ذمہ تھی۔ وہی ہمیشہ آپ کا بستر بچھاتی تھی۔ ایک روز آرام کے لئے تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ کے بستر پر نونت لونڈی سو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ کو بہت غصہ آیا۔ فوراً مسلح پہرہ دار عورتوں کو طلب کیا گیا اور حکم دیا کہ اس گستاخ کنیز کو اٹھایا جائے اور اتنی دیر تک کوڑے لگائے جائیں جب تک حکم ثانی نہ ملے۔

کوڑا زنی مسلسل ہوتی رہی۔ کنیز کے کپڑے مسک چکے تھے۔ خون بہہ رہا تھا مگر لب جامد خاموش تھے اور ان پر مسکراہٹ رقصاں تھی۔ یہ دیکھ کر حمید الدین کو اور زیادہ طیش آیا اور کوڑہ زنی بند کر کے کنیز سے پوچھا کیا تمہیں کوڑہ زنی سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی جو تو اس طرح مسکرا رہی ہے۔ کنیز بولی۔ جہاں تک تکلیف کا تعلق ہے وہ میرے خون آلود اور مسکے ہوئے لباس سے عیاں ہے اور رہی مسکراہٹ' وہ اس لئے کہ میں سوچ رہی ہوں کہ چند گھڑیاں اس آرام دہ بستر پر سونے کی اتنی کڑی سزا ملی ہے تو ساری عمر اس بستر پر گھنٹوں سونے والے کا کیا حشر ہو گا؟

یہ سن کر حمید الدین کے اوسان خطا ہو گئے۔ مسلح عورتوں کو رخصت کر کے کنیز سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اور اتنی جامع بات تو نے کس طرح کہہ دی۔ کنیز نے عرض کی کہ آپ پریشان نہ ہوں۔ اتنی سخت سزا برداشت کرنے کے لئے اللہ نے میرے اندر یہ عارفانہ جواز پیدا کر دیا۔ جس سے اتنی ہمت اور قوت برداشت میرے اندر پیدا ہو گئی۔ یہ معجزہ ہے یا کرامت' میرے منہ سے ایسی بات نکل گئی جو میرے باہمت ہونے کی بنیاد تھی۔ حمید الدین نے اسی وقت کنیز کو تو آزاد کر دیا اور خود اس مسہری پر اس دن کے بعد نہیں

سوئے۔

ابھی اس واقعہ کے اثرات حمید الدین کے ذہن سے معدوم نہ ہوئے تھے کہ ایک روز وہ اکیلے ہی شکار کے لئے نکل کھڑے ہوئے، خادم حیران تھے مگر پوچھنے کی کسی کو مجال نہ تھی۔ حمید الدین گھوڑا دوڑاتے دوڑاتے جنگل میں نکل گئے۔ ان کو ایک ہرن کا پیارا سا بچہ نظر آیا جو ان کو دیکھ کر سرپٹ بھاگنے لگا آپ نے اس کا تعاقب کیا اور مسلسل گھوڑا دوڑاتے دوڑاتے ایک قبرستان میں پہنچ گئے۔ ہرن کے بچے نے جب جان بچنے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو ایک قبر میں گھس گیا۔ حمید الدین نے گھوڑے کو قبر کے نزدیک روکا، قبر کھلی تھی اندر سے مردہ صاف نظر آ رہا تھا اور ایک بچھو بار بار اس تازہ مردے کے منہ پر رینگ رہا تھا اور ڈس رہا تھا۔ حمید الدین کو تو ہرن کی تلاش تھی مگر وہ تو قبر میں داخل ہوتے ہی غائب ہو گیا تھا۔ اب ان کی توجہ اس بچھو کی طرف مبذول ہو گئی۔ انہوں نے کئی مرتبہ بچھو کو مردے کے چہرے سے ہٹایا مگر وہ پھر اپنی ڈیوٹی پر آ جاتا۔ تنگ آ کر حمید الدین نے بچھو کو کسی طرح پکڑ کر قریب ندی میں ڈال دیا۔ مگر چند لمحوں میں ہی ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ندی میں سے ایک سانپ نکلا اس نے بچھو کو اپنی پیٹھ پر بٹھایا اور قبر کی طرف لے کر آ گیا۔ اب بچھو کے ساتھ سانپ بھی میت کو ڈس رہا تھا۔ اس واقعہ نے حمید الدین کو حیران و پریشان کر کے رکھ دیا۔ وہ قبرستان سے ملحق گاؤں میں گئے اور وہاں نمبردار سے اس تازہ میت کے متعلق سوال کیا۔ نمبردار حمید الدین سے ناواقف تھا اور ان کو ایک عام آدمی سمجھ کر یہ بتایا کہ تازہ مردہ ایک بڑا زمیندار تھا۔ اس کے ظلم و آمریت سے لوگ بڑے پریشان تھے اور یہ نتیجہ لوگوں کی آہوں کا ہے۔ کیونکہ اس نے لوگوں کے بہت دل دکھائے تھے۔

ان دو واقعات نے حمید الدین کی کایا ہی پلٹ دی۔ انہوں نے ابراہیم بن ادھمؒ کی طرح تخت و تاج سے کنارہ کیا۔ اور امور سلطنت اپنے ابن عم سلطان ابو البغا (ابو البقا) کے سپرد فرمائے۔ خود[1] خدا تعالیٰ کی منشاء کے عین مطابق اقتدار کو ٹھکرا کر خدا رسیدگی اور تقرب الٰہی کی منازل طے کرنے اور حضور پاک سرور کائنات ﷺ کے اس قول مبارک الفقر فخری کی عملی صداقت، چلتی پھرتی تصویر اور دل کش و حسین تفسیر بننے کی خاطر عازم لاہور ہوئے۔ جہاں آپ کے نانا بزرگوار سید احمد توختہ مخلوق خدا کو سبیل الرشاد پر چلانے میں مصروف تھے۔

آپ نے کیچ مکران میں اپنی اہلیہ محترمہ لطیفہ بانو سے کہا کہ میری رفاقت عزیز ہے تو سب کچھ ترک کر

دو اور میرے ساتھ چل پڑو۔ وفا کی پتلی بیوی بلا تامل آپ کے ساتھ چل پڑی اور تن کے تین کپڑوں کے سوا سب کچھ محل میں چھوڑ کر دونوں میاں بیوی سید احمد توختہ کے پاس جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستے میں حمید الدین کی بیوی اچانک پے در پے قے کرنے لگ گئی۔ وہ اس صورت حال سے بہت پریشان ہوئے اور بیوی سے پوچھا کہ اے نیک بخت! کیا تو اپنے ساتھ بھولے سے کوئی قیمتی چیز تو نہیں لائی۔ بیوی نے جواب دیا بظاہر تو میں گھر سے خالی ہاتھ چلی ہوں مگر پھر بھی تسلی کر لیتی ہوں مبادا کوئی چیز لاعلمی میں ساتھ نہ آگئی ہو۔ چنانچہ سامان کی پڑتال کے بعد ایک قیمتی تسبیح سامان سے نکلی جس کو فوراً کسی درویش کے حوالے کر دیا گیا۔ یوں دونوں میاں بیوی طویل سفر کر کے لاہور سید احمد توختہ کی خدمت میں پہنچے۔ نانا بہت حیران ہوئے۔ حمید الدین سے سوال کیا' ایسے حال میں کس طرح آئے ہو' جواباً" حمید الدین نے عرض کی۔ نانا! ہم نے درویشی اختیار کر لی ہے اور آپ سے اس طویل سفر میں راہ نمائی کے طالب ہیں۔

سید احمد توختہ بہت حیران ہوئے پھر ان کو اس کٹھن راہ کے متعلق بتلایا کہ تمہیں قدم قدم پر علائق دنیا بھکائیں گے۔ حمید الدین نے عرض کی' نانا جان میں ہر چیز کو ثابت قدمی سے برداشت کروں گا۔ یہ سن کر سید احمد توختہ نے اپنے نواسے اور اس کی بیوی کی تربیت شروع کر دی۔ ان کی ریاضت و عبادت کی نگرانی کرنے لگے' سوزش سینہ نے حمید الدین کا کھانا پینا اور سونا جاگنا حرام کر دیا تھا۔ مگر راہ سلوک کی لگن ان کو قدم بہ قدم آگے لے جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ آپ نے اپنے نانا حضرت سید احمد توختہ کے دست حق پرست پر طریقہ شطاریہ میں بیعت کی اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

حمید الدین نے لاہور پہنچ کر شاعری شروع کر دی اور کیچ مکران کے حکمران رہنے کے ناطے سے آپ نے تخلص حاکم ہی رکھ لیا اور آپ کے نانا بھی آپ کو اسی نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ ایک غزل کا مطلع ہے۔

افسوس دریں رہ کہ فرزانہ نرفتیم
در معرکہ مرداں کہ مردانہ نرفتیم

سید السادات حضرت سید احمد توختہ نے وصال کے وقت شیخ حمید الدین سے کہا کہ صاحبزادے! اب تمہارا حصہ ایسے شخص کے پاس ہے جو سلسلہ سہروردیہ میں مرید ہے۔ چنانچہ آپ اپنے مرشد کی وصیت کے مطابق بغداد میں خاندان سہروردیہ کے شہنشاہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ شہاب الدین نے انہیں بشارت دی کہ تمہارا حصہ شیخ رکن الدین ابو الفتح بن صدر الدین عارف بن شیخ

بہاء الدین زکریا ملتانی کے پاس ہے۔ یوں تو ان کا زمانہ ولایت قریب نہیں تاہم مجھے توقع ہے کہ تم اس عہد کو پاؤ گے اور ان سے اپنا حصہ حاصل کر لو گے۔

شیخ شہادت الدین سہروردی کے ارشاد کے مطابق شیخ حمید الدین حاکم، ملتان پہنچے اور ایک لمبی مدت تک شیخ رکن الدین کی ولایت کا انتظار کیا۔ جب شیخ رکن الدین (۶۳۵ھ/۱۲۳۷ء --- ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء) مسند شیخت پر جلوہ افروز ہوئے تو شیخ حمید الدین حاکم نے ان کی خدمت میں حاضری دی۔ اور ان سے سلسلہ سہروردیہ میں بیعت ہو کر خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بعد ازاں اچ اور سکھر کے درمیانی علاقے میں تبلیغ اسلام اور ارشاد و ہدایت میں منہمک رہے۔ اس کے بعد آپ قلعہ مئو میں تشریف لے گئے۔ جسے رائے ساہسی دوم نے تعمیر کرایا تھا۔ یہاں آپ کے باعث متعدد ہندو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

اس زمانہ میں شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت سے شیراز بہت مشہور ہو رہا تھا۔ اور شیخ سے روحانی رابطہ رکھنے کے باعث سلطان التارکین حمید الدین حاکم (جن کے بارے میں ان کی اہلیہ محترمہ فاطمہ بنت شیخ الاسلام، غوث العلمین حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے کہا تھا کہ حمید الدین حاکم نام کے حاکم ہی نہیں انہوں نے زہد و ریاضت اور نفس کے تزکیہ پر بھی حکمرانی کر رکھی ہے) کی نگاہ میں اسے خاص مقام حاصل تھا۔ اس لئے آپ نے مئو کو بھی شیراز کی سطح پر لانے کی کوشش فرمائی۔ چنانچہ بہت جلد ہی یہ غیر معروف قلعہ ایران کے مشہور ترین شہر شیراز کا مقابلہ کرنے لگا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

من حاکم ولی چوں ہوا خواہ سعدیم   مئو را زفضل رونق شیراز مے کنم

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

شد غزل سعدی ھم و نظم نظامی لظم من   قصبہ مئو شد زفضلم کنجہ شیراز ھم

شیخ حمید الدین حاکم نے سلسلہ سہروردیہ میں سب سے لمبی عمر (ایک سو سڑسٹھ ۱۶۷) پائی۔ "ذکر کرام" میں تحریر کیا گیا ہے کہ آپ کی وفات (۱۳۳۶ء/۷۳۷ھ) ملتان میں ہوئی مگر تحصیل رحیم یار خاں (بہاول پور ڈویژن) کے ریلوے اسٹیشن ترنڈہ سے جانب شمال چار میل کے فاصلہ پر بمقام مئو دفن کئے گئے۔ آپ کے ملفوظات "گلزار حمیدیہ" کے عنوان سے طبع ہوئے۔ یہ کتاب آج کل ناپید ہے۔ شیخ شہر اللہ لنگاہ ملتانی نے جو سلطان حسین لنگاہ کے معاصر اور اپنے دور کے ولی اللہ تھے۔ "تذکرہ حمیدیہ" کے نام سے فارسی میں اپنے پیر طریقت سلطان التارکین حمید الدین حاکم کی سیرت مرتب کی ہے۔ جس کا اردو ترجمہ غلام دستگیر نامی نے کیا جو

لاہور سے ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔

شیخ حمید الدین حاکم نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ فقہ میں بخارا' صرف میں پنج گنج' تفسیر میں "نیام" اور نظم میں "گلزار" بہت مشہور ہوئیں۔ بڑی بڑی کرامات ان سے منسوب ہوئیں۔ لوگوں کی مشکلات حل کیں۔ آپ کی خدمت میں جو بھی آیا سرخرو اور کامران ہوا۔ آپ نے سلطان التارکین کا خطاب پایا۔ یہ مرتبہ واقعی کچھ کھونے سے حاصل ہوتا ہے۔ کچھ پانے سے حاصل نہیں ہوا کرتا۔

چونکہ بلوچ حضرت حمید الدین حاکم کے مرید تھے اور آپ نے خود اور آپ کے خاندان نے کافی عرصہ تک بلوچوں پر حکومت کی تھی اس لئے آپ بلوچوں کو "شیر بچگان" سے موسوم کرتے تھے۔

شیخ شہر اللہ لنگاہ نے شیخ جمال اچی علیہ الرحمتہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ "بھکر اور ملتان کے گرد و نواح میں لتہ قوم نے لوٹ مار سے ایک قیامت برپا کر رکھی تھی۔ کوئی شخص امن چین سے زندگی بسر نہیں کر سکتا تھا۔ ایک دن سلطان التارکین شیخ حمید الدین حاکم علیہ الرحمتہ خوشی کے عالم میں بیٹھے تھے۔ چند مریدوں نے حاضر ہو کر التماس کی کہ حضرت ہم لتہ قوم کے ڈاکوؤں کے ہاتھوں سخت پریشان ہیں۔ آپ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ ازاں بعد ڈھاٹا کھول کر مغرب کا رخ کر لیا۔ ایک سندھی فقیر نے جو حضرت سے کافی بے تکلف تھا' عرض کیا کہ مغرب سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے۔ شاید جناب نے اسی وجہ سے اس جانب منہ کر لیا ہے۔ فرمایا' یہ بات نہیں۔ بلکہ قوم لتہ کے استحصال کے لئے اپنے "شیر بچگان" کو بلا رہا ہوں۔ شیخ جمال اچی فرماتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد کے تھوڑا عرصہ بعد بلوچ قوم گروہ در گروہ اس طرف بڑھنا شروع ہوئی اور اس نے قوم لتہ کو کلیتہً ختم کر دیا۔"

حضرت سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ کے خلفاء[۱۱] میں ان کے سوتیلے بھائی شیخ رکن الدین حاکمؒ آپ کے فرزندان ارجمند شیخ نور الدینؒ (شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کے نواسے) اور شیخ تاج الدینؒ زیادہ مشہور ہیں۔ مریدوں کا کوئی شمار نہیں۔ ان میں کئی مردان غیب ہیں۔ کئی اہل طیر' اہل سیر' علماء عباد' اوتاد' نجباء غوث اور قطب وغیرہ۔

سلطان ابو البقا کی تخت نشینی[۱۲]

سلطان حمید الدین حاکم کے سلطان ابو البقا کو تخت مکران پر بیٹھے مشکل سے دو سال ہی گزرے تھے کہ

ترکستان کی جانب سے چنگیزی سیلاب اس شدت سے آیا کہ اس نے بڑی بڑی سلطنتوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ خوارزم شاہ کی شکست کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین ہندوستان سے بازگشت کے بعد مکران پہنچا۔ وہ اپنے لئے کوئی محفوظ پناہ گاہ چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مکران کے بلوچوں کی مدد سے چنگیزیوں کو شکست فاش دے سکے گا۔ علاوہ ازیں مکران کی پہاڑیاں اچھی کمین گاہیں ثابت ہو سکتی تھیں۔ سلطان ابو البقاء نے بھی اسے اپنے ملک سے نکالنا حمیت اسلامی کے خلاف جانا، مگر مکران کے چند شوریدہ سر امرا جو سلطان جلال الدین کے قیام کو ناپسند کرتے تھے۔ انہوں نے چنگیز خاں کو اطلاع بہم پہنچائی کہ آپ کا شکار ہمارے ہاں چھپا ہوا ہے۔ اطلاع ہوتے ہی چنگیز خاں کا بیٹا چغتائی خاں ملتان کا محاصرہ چھوڑ بگولے کی طرح مکران پہنچا۔ سلطان جلال الدین اس کی آمد سے پیشتر ہی کسی اور دیار کا رخ کر چکا تھا۔ اور سلطان ابو البقا بھی اس گھٹا کے پہنچنے سے پہلے مکران کا تخت و تاج چھوڑ لاہور[۱۳] روانہ ہو گئے۔ چغتائی خاں نے کیچ پہنچ کر اس دیار کو خوب لوٹا اور جلال الدین کا سراغ نہ پا کر توران کو روانہ ہو گیا۔ پیر نبی بخش قریشی اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں یوں پیش کرتے ہیں۔

چو بگزاشت سلطان حاکم سریر — بجایش شدہ تلبغ جائے گیر
بہ تقدیر آں قادر عز و جل — بیفتاد در پادشاہی خلل
تخلل در افتاد در لشکرش — زہر سو عدو تاخت بر کشورش
نمودند غارت خزائن تمام — بہ لغمائے شاں شدد فائن تمام
برفتند پس سوئے چنگیز خاں — کہ تا فوج آرند زاں قہر ماں
تساہل نورزید چنگیز ہیچ — رواں کرد لشکر بہ تسخیر کیچ
چو شد تلبغ میر را ایں خبر! — کہ فوج مغل آمدہ بے خبر
نیا راست گامے نہادند پیش — درآمد نمودہ در آید بخویش؟
کہ نے گنج دارم کنوں نے سپاہ — ہمیں بہ کہ بگزارم ایں تخت گاہ

رواں تلبغ شاہ شد آں زماں
سوئے مالک تخت ہندوستاں

نواب مکران کا مکتوب[۱۴] سجادہ نشین منو مبارک کے نام

مخدوم کرم شاہ صاحب علیہ الرحمتہ نے ۱۹۳۹ء میں نواب مکران سردار بائی خاں کو ایک خط لکھا تھا۔

جس میں آپ نے اس مکرم و محترم قریشی خاندان کی حکومت کے متعلق وضاحت چاہی تھی۔ نواب صاحب نے فارسی زبان میں خط کا مفصل جواب دیا تھا۔ جس کا اردو ملخص درج ذیل ہے۔

مرکز خلافت سے بعد کے سبب مکران خانہ جنگی کا شکار ہو چکا تھا۔ اللہ کی عنایت سے مشائخ ہنکار اہل مکران کی ہدایت و راہنمائی کے لئے کیچ مکران تشریف لائے۔ ہنکار مشائخ کی کرامات کے اثرات اہل مکران میں جلد سرایت کر گئے اور انہوں نے بطیب خاطر سلطان العارفین سلطان بو علیؒ کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔ ان کے بعد ان کے فرزند سلطان رشید الدین اور پھر ان کے بیٹے سلطان قطب الدین سریر آرا ہوئے اور سلطان ابو البقا تک یہ خاندان عالی مقام اس ملک پر قابض و متصرف رہا۔

آخیر میں نواب صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان بزرگوں کے مزارات قلعہ "میری" کے قریب واقع ہیں۔

شجرہ مشائخ ہنکار [۱۵]

جنہوں نے تقریباً ڈیڑھ سو سال تک مکران پر حکومت کی:

۱۔ شیخ بو علیؒ (مکران کے پہلے قریشی حاکم)

۲۔ سلطان رشید الدین

۳۔ سلطان قطب الدین

۴۔ سلطان بہاء الدین

۵۔ سلطان شہاب الدین

۶۔ سلطان حمید الدین حاکم

۷۔ سلطان ابو البقا

مشائخ ہنکار [۱۶] نے ڈیڑھ سو سال کے لگ بھگ مکران پر حکومت کی۔ انہوں نے شریعت محمدؐ کو عملی صورت میں پیش کرتے ہوئے عدل و انصاف اور جود و سخاوت میں نام پیدا کیا۔ شرع انور کے مطابق مستورات کو وراثت میں ان کے شرعی حقوق دیئے گئے۔

مشائخ ہنکار نے جہاں اپنی پاکدامنی اور نیک سیرت کے آثار مکران میں چھوڑے وہاں عربوں کی اس میراث کو انہوں نے مکرانیوں کے قلوب و صدور میں راسخ کر دیا۔

محمد سردار خاں بلوچ رقم طراز [۱۷] ہیں:

آج کل کوئی پاکستانی یا بھارتی علاقہ رسم و رواج میں عربوں سے اتنا مماثل و مشابہ نہیں جتنا کہ مکران۔ عرب حکومت نے علاقے کی نسلی تشکیل پر اپنا دائمی نقش چھوڑا ہے اور اس میں ذرہ بھر شک و شبہ نہیں کہ اہل مکران کی رگوں میں اب بھی توانا عرب خون دوڑ رہا ہے۔

بلوچستان تھرو دی ایجز[۱۸۰] میں مندرج ہے:

مکرانی عورت بلوچستان کے دیگر حصوں میں اپنی بہنوں کی نسبت کہیں زیادہ مضبوط حیثیت کی مالک ہے اور اس کا درجہ بمقابلہ دیگر ہندوستانی اقوام بہتر و برتر ہے۔

مکران میں عورت کو یہ بلند مقام دلانے میں مشائخ ہنکار کا کردار بالکل واضح اور روشن ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سیارہ ڈائجسٹ، اولیائے کرام نمبر، جلد اول، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۲۶۲۔

۲۔ نور احمد خاں فریدی، بلوچ قوم اور اس کی تاریخ، ملتان، ۱۹۶۸ء، ص ۱۷۲،
محمود شاہ بخاری، تاریخ بلوچستان، کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۸۵، ۸۶،
محمد سعید دھوار، تاریخ بلوچستان، کوئٹہ، ۱۹۹۰ء، ص ۲۸۴ تا ۲۸۶،
ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہی، بلوچستان میں عربوں کی فتوحات اور ان کی حکومتیں، کوئٹہ، ۱۹۹۰ء، ص ۳۵۴،
جی پی ٹیٹ، سیستان، مترجم، پروفیسر ایم انور رومان، حصہ اول و دوم، کوئٹہ، ۱۹۸۵ء، ص ۴۵۱ - ۴۵۳۔

۳۔ نور احمد خان فریدی، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۳۔

۴۔ پیر فرح بخش، فرحت اذکار قلندری، ص ۵۶۔

۵۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینتہ الاصفیا (مترجمین) مفتی محمود عالم ہاشمی و علامہ اقبال احمد فاروقی جلد اول، سلسلہ قادریہ، لاہور، ۱۳۹۲ھ، ص ۱۴۹ میں مندرج ہے: ”علی بن محمود بن جعفر الہنکاری نام ہے۔ حضرت ابو الفرح طرطوسی قدس سرہ کے اکابر خلفاء سے تھے۔ اپنے زمانے کے مشائخ کبار سے تھے۔ صاحب خوارق و کرامت، مقتدائے زمانہ، صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ تین روز کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ بعد از نماز عشاء تا نماز تہجد دو قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء

میں وفات پائی۔ قطعہ تاریخ وفات:

بو الحسن آن رہبر دین رسول
چوں ز دنیا گشت راہی درجناں
آفتاب آمد دگر تاج عطا
سال وصل آن شہ والا مکاں

حضرت خواجہ ابو الحسن ہنکاریؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ ابو سعید مبارک مخزومیؒ (وصال ۵۱۳ھ/ ۱۱۱۹ء)۔۔ سلطان العارفین، سرگروہ صوفیا، قبلہ سا لکین، شیخ طریقت، محرم اسرار خفی و جلی جامع العلوم، ظاہر و باطن میں اعلیٰ کمالات کے حامل حضرت خضر علیہ السلام کے رفیق و ندیم) سے محبوب سبحانی، قطب ربانی حضرت شیخ محی الدین (لقب معنی دین کو زندہ کرنے والا) عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ (ولادت سعیدہ ۴۷۰ھ/ ۱۰۷۷ء یا ۴۷۱ھ/ ۱۰۷۸ء۔۔۔ وصال ۵۶۰ھ/ ۱۱۶۴ء سے خرقہ ولایت حاصل کیا تھا۔

۶۔ نور احمد خاں فریدی، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۴۔

۷۔ سید احمد نام، توختہ لقب تھا۔ شجرہ نسب یہ ہے:

سید احمد توختہ ترمذی بن سید علی ترمذی بن حسین ثانی بن سید حسین محمد مدنی بن سید شاہ ناصرمدنی بن سید موسیٰ بن سید علی بن علی اصغر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسینؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ توختہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کو آپ کے مرشد کامل نے حجرہ کے اندر سے آواز دی۔ آپ اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے دروازہ تک پہنچے۔ حجرہ کا دروازہ بند تھا۔ آپ نے ازراہ ادب اپنی حاضری کی اطلاع نہیں دی اور دہلیز پر کھڑے کھڑے صبح کر دی۔ صبح کے وقت شیخ کامل نے حجرہ کا دروازہ کھولا تو حضرت سید احمد کو دہلیز پر کھڑا ہوا دیکھ کر اظہار مسرت کیا اور لقب توختہ سے نوازا۔ توختہ ترکی زبان میں کھڑے ہونے والے کو کہتے ہیں اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو ہروقت کا حاضر باش ہو۔

آپ اشارہ غیبی کی بنا پر عازم کیچ مکران و لاہور ہوئے تھے۔ لاہور میں آمد کے بعد آپ کا بھتیجا سید شاہ زید بھی پہنچ گیا تھا۔ جس سے آپ نے اپنی بیٹی بی بی تاج کا عقد کر دیا۔ آپ نے سید شاہ زید کو

ارشاد و تبلیغ کے لئے ہندوستان بھیجا تھا۔ سفر میں سید شاہ زید نے بمقام سوانہ برہمن کافروں کے ہاتھ سے شہادت پائی۔

مورخین سلف نے سید احمد توختہ کا سنہ وفات "مرشد پنجاب" سے نکالا ہے۔ (یعنی ۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء مدفن لاہور)

مفتی غلام سرور لاہوری، خزینتہ الاصفیا، بحوالہ سابقہ، جلد دوم، ص ۲۵۱، ۲۵۲

محمد وارث کامل، تذکرہ اولیائے لاہور، کراچی، مکتبہ ماحول، ۱۹۶۳ء، ص ۳۱۹۔

۸۔ پیر فرح بخش فرحت، بحوالہ سابقہ،

نور احمد خاں فریدی، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۴ - ۱۷۶۔

۹۔ سیارہ ڈائجسٹ، اولیائے کرام نمبر، جلد اول، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۲۶۲، ۲۶۳،

ڈاکٹر انعام الحق کوثر، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور، دوسرا ایڈیشن، ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۸، ۱۲۹،

پیر فرح بخش فرحت، بحوالہ سابقہ،

نور احمد خاں فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، ملتان، ص ۱۷۲ - ۱۷۴۔

۱۰۔ ایضاً، قطب الاقطاب شاہ رکن عالمؒ، ملتان، ص ۳۰۰ - ۳۰۶،

سیارہ ڈائجسٹ، بحوالہ سابقہ، ص ۲۶۳ - ۲۶۸،

نور احمد خاں فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی، ص ۱۷۷ - ۱۸۷،

ڈاکٹر انعام الحق کوثر، بحوالہ سابقہ، ص ۱۳۰۔

۱۱۔ تذکرۂ حمیدہ، شیخ شہر اللہ بن رحمتہ اللہ لنگاہ، مترجم، پیر غلام دستگیر نامی، ص ۵۴، قطب الاقطاب شاہ رکن عالمؒ (ان کے خلیفہ اعظم سلطان التارکین حمید الدین حاکم قدس سرہ کے تفصیلی حالات جن میں ان کی آل اولاد بھی شامل ہے۔ از ص ۳۰۰ تا ۳۸۵) مولف مولانا نور احمد خاں فریدی نے تذکرہ حمیدیہ از شیخ شہر اللہ بن رحمتہ اللہ لنگاہ، تاریخ جلیلہ مولفہ پیر غلام دستگیر نامی، گلزار حاکم مرتبہ پیر غلام دستگیر نامی، دیوان قلندر شاہ از پیر قلندر شاہ، اذکار قلندری مولفہ پیر فرح بخش فرحت، تذکرہ قطبیہ از شیخ جمال الدین ابوبکر بن ابو الفتح، تحفتہ الکرام، فتوحات عجم و اقدی، خلاصتہ الاصفیاء اور پیرزادہ حیدر علی شاہ قریشی کا قلمی مسودہ (پنڈی شیخ موسیٰؒ) سے استفادہ کیا ہے۔

۱۲- نور احمد خاں فریدی، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۶-

۱۳- لاہور میں "تلبغہ" نام کا ایک محلّہ اب تک اس شہریار کی یادگار چلا آتا ہے،

نور احمد خاں فریدی، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۷،

تذکرہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی از نور احمد خاں فریدی کے صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱ میں درج ہے: "جب چنگیزیوں نے کیچ مکران کی سلطنت امیر البقا سے چھین لی- تو وہ سید احمد توختہ ترمذی کی خدمت میں لاہور چلے گئے اور سلطان التارکین کے علاقی بھائی شیخ رکن الدین حاتم اپنی والدہ اور عم بزرگوار شیخ تاج الدین کے ساتھ مع اہل و عیال قصبہ مئو میں وارد ہوئے- سلطان التارکین نے ان کی رہائش کا مستقل انتظام کر دیا-"

۱۴- استفادہ از تذکرۂ حمیدیہ-

۱۵- نور احمد خاں فریدی، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۸-

۱۶- پروفیسر ایم انور رومان، بلوچستان کے قبائل، حصہ دوم، (مترجم)، کوئٹہ ۸۷-۱۹۸۶ء، ص ۳۲۸-

۱۷- محمد سردار خاں بلوچ، ہسٹری آف بلوچ ریس اینڈ بلوچستان، کراچی، ۱۹۵۸ء، ص ۲۳۰-

۱۸- پروفیسر ایم انور رومان، بلوچستان تھرو دی ایجز، جلد دوم، (مترجم)، ۱۹۰۶ء، کوئٹہ، ۱۹۷۹ء، ص ۵۲۹-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سہ ماہی ادبیات ۱ اسلام آباد

اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد کا موقر سہ ماہی مجلہ **ادبیات** جو خوبصورت کتابت و طباعت کے ساتھ نہایت کم قیمت میں پاکستانی ادب پر بیحد معیاری تحقیقی، تنقیدی اور تخلیقی نگارشات پیش کرتا ہے۔

بدل اشتراک

اندرونِ ملک:

فی شمارہ : ۲۰ روپے

سالانہ : ۷۵ روپے

(بذریعہ جسٹرڈ ڈاک)

بیرونِ ملک:

امریکہ، کینیڈا، یورپ، مشرق بعید

فی شمارہ : ۷ ڈالر (بذریعہ ہوائی ڈاک)

سالانہ چندہ: ۲۵ ڈالر (" ")

مشرق وسطیٰ، بھارت، شمالی افریقہ

فی شمارہ : ۶ ڈالر (بذریعہ ہوائی ڈاک)

سالانہ چندہ: ۲۲ ڈالر (" ")

اکادمی ادبیات پاکستان، سیکٹر ایچ-ایٹ/ون اسلام آباد۔ فون ۲۵۴۵۶۸